ترجمۃ القرآن

قسط ۵

از: شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی

قرآن، حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق

قرآن کی تعریف گزر چکی ہے فرق سمجھنے کیلئے حدیث قدسی اور حدیث نبوی کی تعریف کا جاننا ضروری ہے۔

حدیث کا لغوی مفہوم

حدیث قدیم کا ضد ہے اس لئے جدید کو کہتے ہیں اور انسانی محاورات میں اس کا استعمال گفتگو اور کلام کے معنی میں ہے وہ اللہ کا کلام ہو یا انسان کا۔ اس لئے قرآن مجید کیلئے بھی حدیث کا لفظ آیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے

الله نزل احسن الحديث كتابا متشابها (سورة زمر) فبای حديث بعده يومنون (مرسلات)

پیغمبر کے کلام کیلئے فرمایا

واذ اسر النبیؐ الی بعض ازواجہ حدیثا۔

عام انسانی گفتگو کیلئے

فاعرض عنهم حتى يخوضوا فی حديث غيره (انعام) فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسين لحديث (احزاب)

اور یہ لفظ خبر، سرگذشت اور واقعہ یا قصہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ فرمایا

هل اتاک حديث موسى (طہ النازعات) هل اتاک حديث ضيف

ابراہیم المکرمین (الذاریات) هل اتاک حدیث الجنود (بروج)
قدسی:۔ قدس کی طرف منسوب ہے اور اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو ہر عیب و نقص اور کمزوری سے پاک اور منزہ ہے۔

حدیث قدسی کی اصطلاحی تعریف

"مایضیفہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ تعالی" وہ کلام جس کو حضور اکرم ﷺ اللہ کی طرف منسوب کریں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حدیث قدسی نقل کرتے وقت دو طریقے اختیار کرتے ہیں۔

۱۔ قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ عزوجل،
حضور اکرم ﷺ اپنے آقا و مالک کی طرف سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
مثال
عن ابی ہریرة رضی الله عنہ عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ عزوجل۔ ید الله ملأی لایغیضها نفقة، سحاء اللیل والنهار (بخاری)
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیان فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، خرچ کرنے سے اس میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ دن رات سخاوت کا دریا بہتا ہے۔

۲۔ قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال الله تعالیٰ اویقول الله تعالی۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مثال

عن ابی ہریرة رضی اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال- یقول اللہ تعالیٰ! انا عندظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی، فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملا ذکرتہ فی ملاء خیر منہ- الحدیث۔

میں اپنے بندے کے یقین کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں اور وہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور وہ اگر مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے میں اسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

حدیث نبوی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اصطلاحی تعریف

مااضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او صفة

جو قول، فعل تقریر اور صفت حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہو۔

حدیث قولی کی مثال:۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، لا تکذبوا علی فانہ من کذب علی فلیلج النار

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ میری طرف جھوٹی بات منسوب نہ کرو۔ کیونکہ جو میری طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے وہ آگ میں داخل ہو گا۔

حدیث فعلی کی مثال :-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتا کر فرمایا

صلوا کما رایتمونی اصلی

نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ حج کرتے ہوئے فرمایا "خذوا عنی مناسکم" مجھ سے حج کے اعمال سیکھ لو۔

حدیث تقریری :-

آپ نے کسی صحابی کے فعل یا قول کی صراحۃ یا اشارۃ تصویب فرمائی۔

فعل کی تقریر کی مثال :-

آپ کے سامنے ضب کھائی گئی لیکن آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اس طرح آپ کو ایک صحابی کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ نماز میں کوئی سورت پڑھنے کے بعد سورۃ اخلاص ضرور پڑھتا ہے۔ ساتھیوں کے روکنے کے باوجود ایک سورت پر کفایت نہیں کرتا۔ آپ نے اس سے وجہ پوچھی۔ اس نے بیان کر دی۔ تو آپ نے اس کے فعل کی تصویب فرمائی اور ساتھیوں کے اعتراض کے باوجود منع نہ فرمایا۔

قول کی تقریر کی مثال :- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور مہمان تشریف لائے۔ حضرت ابو الدرداء کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر قیام کرتے۔ حضرت سلمان فارسی نے انہیں کہا۔

ان لجسدک علیک حقا وان لنفسک علیک حقا (الحدیث)

تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے۔ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ اسی طرح کچھ اور حقوق بیان کئے۔ حضرت ابوالدرداء نے حضور اکرم ﷺ کو جا کر بتایا تو آپ نے حضرت سلمان کی تائید فرمائی۔

وصف کی مثال:۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کان خلقہ القرآن۔ آپ قرآنی اخلاق کا چلتا پھرتا پیکر تھے۔ یا آپ کے بارے میں آیا ہے۔

لیس بفظ ولا غلیظ ولاصخاب ولا فحاش

آپ تند خو، سخت گیر، شور ڈالنے والے اور بد گو نہ تھے۔

حدیث نبوی کی ان اقسام سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے الفاظ صرف ایک قسم میں ہیں۔ باقی اقسام میں الفاظ آپ کے نہیں ہیں۔ بلکہ صحابہ کرام اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

قرآن اور حدیث قدسی میں فرق

قرآن اور حدیث قدسی میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔

قرآن کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن لفظاً اور معنیً اللہ کا کلام ہے یعنی قرآن کے الفاظ و معانی دونوں منزل من اللہ ہیں۔ لیکن حدیث قدسی کے معانی بالاتفاق منزل من اللہ ہیں اور الفاظ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک الفاظ بھی منزل من اللہ ہیں اور بعض کے نزدیک الفاظ حضور اکرم ﷺ کے ہیں۔ گویا حدیث قدسی معناً وحی ہے۔ لفظاً وحی نہیں ہے۔ اور قرآن لفظاً و معنیً وحی ہے۔

۲- قرآن اللہ تعالیٰ کا ایسا کلام ہے جو وحی کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ تک پہنچا ہے اور اعجازی شان کا حامل ہے جو رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی دلیل ہے۔ اس لئے اس کے مقابل لانے کا جن و انس کو چیلنج کیا گیا ہے۔ حدیث قدسی آپ کا معجزہ نہیں ہے اس لئے اس کو بطور تحدی پیش نہیں کیا گیا۔

۳- قرآن کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور حدیث قدسی کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور یہ نسبت، نسبت انشاء ہوتی ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یا یقول اللہ تعالیٰ اور کبھی اس کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف کی جاتی ہے اور یہ نسبت، نسبت اخبار ہوتی ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی خبر دیتے ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يرويه عن ربه عزوجل

حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

۴- قرآن مجید مکمل طور پر تواتر سے منقول ہے۔ اس لئے قطعی الثبوت ہے اور احادیث قدسیہ اکثر اخبار آحاد ہیں اس لئے ظنی الثبوت ہیں۔ مزید برآں ان میں سے بعض صحیح، بعض حسن اور بعض ضعیف ہیں۔

۵- قرآن کے الفاظ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل جائز نہیں ہے۔ یعنی قرآن کی روایت بالمعنی جائز نہیں ہے لیکن حدیث قدسی کے کلمات و حروف میں تبدیلی کی گنجائش ہے یعنی روایت بالمعنی گوارا ہے۔

۶- قرآن کی تلاوت عبادت ہے اور قرآن کے ہر حرف کی تلاوت پر کم از کم دس

نیکیاں ملتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

من قرأ حرفامن كتاب الله فله حسنة و الحسنة بعشر امثالها لااقول الم حرف ولكن الف حرف و لام حرف و ميم حرف (ترمذی)

جو کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کیلئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس گنا ہو گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام الگ حرف ہے اور میم علیحدہ حرف ہے۔

نماز میں صرف قرآن ہی کی تلاوت ہو سکتی ہے اور مستطیع کیلئے نماز میں اس کی تلاوت فرض ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو لیکن نماز میں حدیث قدسی کی تلاوت جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کی قرأت کو تلاوت کا نام دیا جاتا ہے اور اس کی قرأت پر، تلاوت قرآن والا ثواب نہیں ملتا۔

۷۔ جمہور امت کے نزدیک جنبی مرد اور حیض و نفاس والی عورت قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتی لیکن حدیث قدسی کا یہ حکم نہیں ہے۔ اس طرح اکثر ائمہ کے نزدیک قرآن کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے محدثین اگرچہ اس کی اجازت دیتے ہیں لیکن یہ ادب و احترام کے ضرور منافی ہے لیکن مکتوب قدسی احادیث کا یہ ادب و احترام نہیں ہے۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ احادیث کی کتب کی قرات بھی باوضو ہو۔

۸۔ قرآن مجید ایک کتاب میں مکتوب و محفوظ موجود ہے لیکن صحیح احادیث قدسی کی ایک کتاب بھی الگ طور پر مدون موجود نہیں ہے۔ اگر کسی نے ان کو جمع

کرنے کی کوشش کی بھی ہے۔ تواس کو شہرت حاصل نہیں ہو سکی۔
۹۔ قرآن کریم کی حجیت میں کسی مدعی اسلام فرقے کا اختلاف نہیں ہے لیکن حدیث کی حجیت میں اسلام کے بعض مدعی گروہ اور افراد اختلاف کرتے ہیں۔
۱۰۔ قرآن مجید مکمل طور پر آپ کی زیر نگرانی تحریر کر لیا گیا تھا۔ اگرچہ یکجا تدوین و تحریر بعد میں عمل میں آئی۔ لیکن احادیث قدسیہ آپ کی زیر نگرانی مدون نہیں کی گئی۔ (تلک عشرۃ کاملۃ)

مذکورہ بالا تمام خصوصیات و امتیازات، حدیث نبوی کے مقابلہ میں بھی موجود ہیں۔

حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق

حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق کرتے وقت اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ ثانوی طور پر یا ایک دوسرے اعتبار سے حدیث نبوی کی دو قسمیں ہیں
(۱) توقیفی، وہ احادیث جن کا مفہوم و معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء کیا گیا لیکن اس معنی کی تعبیر و تفہیم یا توضیح حضور اکرم ﷺ نے اپنے الفاظ میں کی۔ اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جب کہ حدیث قدسی میں نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔
(۲) استنباطی او اجتہادی یا توفیقی، وہ معانی و مطالب جو آپ نے قرآن مجید کے سمجھے ہیں۔ کیونکہ آپ قرآن کے مبین مفسر یا شارح ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم

ہم نے الذکر آپ کی طرف اتارا تا کہ لوگوں کیلئے جو کچھ اتارا گیا ہے آپ ان کیلئے

اس کی توضیح و تبیین فرمادیں۔

اسطرح اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ نے اپنے اجتہاد سے قرآن سے حقائق و معارف اور احکام کا استنباط فرمایا ہے۔ آپ کا استنباط و اجتہاد اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوتا تو اس کی اصلاح کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اگر کہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف بات ہوتی تو اس کے ذریعہ اس کی اصلاح کر دی جاتی۔ نتیجہ و انجام کے اعتبار سے یہ اجتہادی قسم بھی وحی ٹھہرتی۔ اس لیے فرمایا گیا ہے:

وما ينطق عن الهوى ان هوالا وحي يوحىٰ

پیغمبر دین کے بارے میں اپنی نفسانی خواہش کے تحت کچھ نہیں کہتا وہ تو وحی ہی ہے جو اس کی طرف کی گئی ہے۔

گویا توفیقی و اجتہادی احادیث نبوی کا مفہوم و معنی قرآن سے ماخوذ و مستنبط ہے اور احادیث قدسیہ کا مفہوم و معنی وحی کی کسی نہ کسی کیفیت سے القاء ہوا۔

دو شبہات اور ان کا ازالہ

شبہ نمبر ۱:۔ جب احادیث نبویہ بھی معناً وحی ہیں۔ الفاظ حضور اکرم ﷺ کے ہیں تو پھر ان کو بھی احادیث قدسیہ کا نام کیوں نہیں دیا جاتا؟

جواب:۔ احادیث قدسیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیے کی جاتی ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بیان کیا جاتا ہے یا اس کی رحمت کا اظہار ہوتا ہے یا اس کے اقتدار و اختیار کی وسعت اور کثرت عطاء سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ یا اس میں ایسی ضمائر استعمال کی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان سے ہی مطابقت رکھتی ہیں۔

تبیین عظمت کی مثال :- ابوذر کی طویل روایت ہے جو مسلم میں موجود ہے۔ جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

یا عبادی لو ان اولکم و آخرکم وانسکم و جنکم

اظہار رحمت کی مثال وہ متفق علیہ روایت ہے جس کے الفاظ ہیں:

اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر.

کثرت عطاء اور وسعت اقتدار سے آگاہی بخاری کی راویت سے ہوتی جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

یداللہ ملأی لا یغیضها نفقة

ضمائر ربانیہ کی مثال ہے:

اصبح من عبادی مؤمن بی و کافر (الحدیث)

لیکن جو احادیث قدسیہ و ربانیہ نہیں ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کلام نہیں ہوتی بلکہ بندوں کے مصالح کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے اور ان کیلئے احکام و قوانین کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاتی۔ نیز محدثین اور شوافع کی اکثریت کے ہاں تو حدیث قدسی کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ فرق یہ ہے وہ اعجازی شان کے حامل نہیں۔ اس لیے ان سے تحدی یا چیلنج نہیں کیا اور نہ ہی قرآن کی طرح ان کی تلاوت کا حکم ہوا۔ جمہور امت کے نزدیک حدیث قدسی کے معانی و مطالب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول و قطعیت اور یقین کے ساتھ ثابت ہے۔ اس بناء پر ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔ لیکن احادیث نبویہ کی چونکہ دو قسمیں ہیں توقیفی اور

اجتہادی و استنباطی۔ اس لیے ہر حدیث کے بارے میں قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے مفاہیم و معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یا آپ کا اجتہاد و استنباط ہیں جس کی وحی کے ذریعہ تصدیق و تصویب کی گئی یا تصحیح و ترمیم۔ اس لیے آپ صرف احادیث قدسیہ ہی کی نسبت صراحۃً اللہ تعالیٰ کی طرف کی اپنی ہر حدیث کی نسبت صراحۃً اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔

شبہ نمبر ۲:- عربی زبان کی رو سے اس کی گنجائش ہے کہ مضمون و مفہوم کے اعتبار سے نسبت کر دی جاتی ہے۔ الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ مثلاً ہم کسی شاعر کے اشعار کو اپنی نثر میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ شاعر یہ کہتا ہے۔ ہم کسی دوسرے انسان کی گفتگو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں۔ فلاں انسان نے یہ بات کہی ہے۔ مثلاً قرآن مجید موسیٰ علیہ السلام اور فرعون لعین کے مکالمات نقل کرتا ہے۔ ظاہر مضمون و مفہوم تو انہیں کا ہے لیکن الفاظ اور اسلوب ان کا نہیں ہے۔ اس کے باوجود کلام کی نسبت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی طرف کی گئی ہے۔ مثال کیلئے سورۃ شعراء کا دوسرا رکوع پڑھ لیجیئے۔

قرآن مجید اور حدیث قدسی حدیث نبوی میں بعض اعتبارات سے یکسانیت و برابری

۱- جب حدیث قدسی اور حدیث نبوی کی صحت جزم و یقین سے ثابت ہو جائے تو وہ حجیت و وحی ہونے کے اعتبار سے قرآن کی طرح ہے اگرچہ قرآن وحی جلی یا وحی متلو ہے اور حدیث وحی خفی یا وحی غیر متلو ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

الا انی او تیت القرآن و مثلہ معہ

امام ابوالبقاء لکھتے ہیں:

ان القرآن والحدیث یتحدان فی کونهما وحیاً منزلا من الله بدلیل ان هوالا وحی یوحی (قواعد الحدیث ص۵۹)

قرآن و حدیث وحی الہی ہونے میں متحد ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (کہ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا) وہ تو وحی ہیں جو اس کی طرف بھیجی گئی ہے۔

۲۔ جس طرح قرآن احکام الہیہ کے جاننے کا ذریعہ ہے اور شریعت کا منبع و مصدر ہے اس طرح حدیث بھی اللہ تعالیٰ کے احکام جاننے کا وسیلہ ہے اور شریعت کا ماخذ و مصدر ہے۔

۳۔ جس طرح مجتہد قرآن حکیم سے جدید مسائل کا استنباط و استخراج کرتا ہے۔ اس طرح وہ صحیح احادیث سے مسائل کے استنباط و استخراج کا پابند ہے۔

۴۔ جس طرح قرآن حکیم کے کسی حکم پر عمل پیرا ہونے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ حدیث میں موجود ہو۔ اس طرح کسی صحیح حدیث سے ثابت ہونے والے حکم کیلئے ضروری نہیں ہے کہ وہ صراحتہ قرآن مجید میں موجود ہو۔ گویا قرآن و حدیث دونوں، مستقل طور پر شریعت کا ماخذ و مصدر ہیں۔

۵۔ جس طرح قرآنی نص کی موجودگی میں قیاس و اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح حدیث کی موجودگی میں قیاس و اجتہاد سے کام لینا روا نہیں۔ امام ابن حزم کا قول ہے۔

القرآن و الخبر الصحیح بعضها مضاف الی بعض وهما شئ واحد فی انهما من عندالله و حکمهما حکم واحد فی باب وجوب الطاعة لهما (الاحکام فی اصول الاحکام ج۱ ص۸۸)

قرآن اور صحیح حدیث ایک دوسرے کی طرف منسوب ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے اعتبار سے ایک ہی شی ہیں اور دونوں کی اطاعت کے فرض ہونے کے اعتبار سے دونوں کا حکم ایک ہے۔

٦۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت و صیانت کے اسباب وسائل کا انتظام فرمایا ہے۔ اسی طرح احادیث کی صیانت وحفاظت کا انتظام فرمایا ہے کیونکہ دونوں الذکر ہیں اور الذکر کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے امام عبداللہ بن مبارک سے کسی نے کہا "ھذہ الاحادیث الموضوعۃ" ان احادیث موضوعہ سے احادیث صحیحہ کا امتیاز کیسے ہو گا تو انہوں نے جواب دیا تعیش لھا الجھابذہ اس کیلئے ناقدین حدیث پیدا ہوتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (تدریب الراوی ص۱۰۲)

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں

قال تعالی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون و قال تعالیٰ قل انما انذرکم بالوحی فاخبر تعالیٰ کما قدمنا ان کلام نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم کلہ وحی والوحی بلا خلاف ذکر والذکر محفوظ بنص القرآن۔ (الاحکام ص۸۸)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ہم ہی نے الذکر اتارا اور ہم اس کے محافظ ہیں اور فرمایا ہے اے رسول اعلان کر دیجئے میں تو بس تمہیں وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ کا کلام وحی ہے اور وحی بلا اختلاف ذکر ہے اور ذکر قرآنی نص کی رو سے محفوظ ہے۔